© rasailojaraid.com

ہوگائیکو

دیدہ دلیر

کہا ہم اونٹ پر بیٹھیں
کہا تم اونٹ پر بیٹھو
کہا کوہان کا ڈر ہے
کہا کوہان تو ہوگا

کہا ہم شہر کو جائیں
کہا تم شہر کو جاؤ
کہا انسان کا ڈر ہے
کہا انسان تو ہوگا

کہا ہم کار بنائیں
کہا تم کار بناؤ
کہا جاپان کا ڈر ہے
کہا جاپان تو ہوگا

کہا ہم رائے ونڈ جائیں
کہا تم رائے ونڈ جاؤ!
کہا اک "بیان" کا ڈر ہے
کہا پھر بیان تو ہوگا

کہا ہم کرکٹ کھیلیں
کہا تم کرکٹ کھیلو
کہا عمران کا ڈر ہے
کہا عمران تو ہوگا

کہا بازار کو جائیں
کہا بازار کو جاؤ
کہا شیطان کا ڈر ہے
کہا شیطان تو ہوگا

کہا ہم کھیت کو جائیں
کہا تم کھیت کو جاؤ!
کہا دہقان کا ڈر ہے
کہا دہقان تو ہوگا

کہا ہم مسجد کو جائیں
کہا تم مسجد کو جاؤ
کہا "امام" کا ڈر ہے
کہا امام تو ہوگا!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ الصحابہ رضی اللہ عنہ

از: مولانا محمد عبدالحق چوہان

"علی اکبر" سبائی تبرائی کی کتاب "شیخ سقیفہ" غلاظت کی پوٹ ہے

آخری قسط

اس کے بعد وہ لعین مُصنف (یکے از دُم بُریدہ سگانِ سبائیہ در روافض) لکھتا ہے :

"علی ابن ابی طالب کا حق غصب کر لیا اور اپنی خلافہ کو مستحکم کرنے کے لئے جبر و تشدّد سے کام لیا"

خلافۃ کے متعلق حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کے استحقاق کی دو ہی صورتیں متصور ہو سکتی ہیں یا تو اس بنا پر خلافۃ بلا فصل کے مستحق تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امر کے متعلق وصیت تھی یا بربنائے قرابۃ اور رشتہ داری کے ۔ اگر پہلی صورت اختیار کی جائے تو یہ واقعہ اس احتمال کی تکذیب کرتا ہے کہ جس یوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اسی صبح کو آپ کی طبیعۃ بظاہر رو بصحۃ تھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپکی طبیعت کے متعلق دریافت تو آپ نے فرمایا :

"الحمد للہ اب طبیعت ٹھیک ہے" اسی دن حضرۃ عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "میں اطلاعات سے دیکھ رہا ہوں کہ آپ کا صحۃ یاب ہونا مشکل ہے ۔ اس لئے آؤ ملکر آپ سے امرِ خلافہ کے متعلق دریافت کریں اگر ہمارے لئے ہے تو ٹھیک اور اگر کسی غیر کے لئے ہے تو پھر آپ کو وصیۃ کریں ۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ :

انی واللہ لا افعلہ واللہ لئن منعناہ لا یؤتیناہ احد بعدہ ۔

[ابن ہشام ص ۶۵۴ ج ۲]

خدا کی قسم! میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے خلافۃ طلب کرنے کا کام ہرگز نہیں کروں گا اس لئے کہ اگر آپ نے ہمارے متعلق منع فرما دیا تو آپ کے بعد یہ امرِ خلافۃ کوئی شخص بھی ہمارے سپرد نہیں کرے گا ۔

اگر قاتلِ اسلام ملعون عبداللہ ابنِ سبا یہودی

کان یقول ان علیاً وصی محمد وقد غصبہ من ولی قبلہ حقہ

اور اُس کے متبعین کے عقیدۂ باطلہ کے مطابق یہ بات ہوتی کہ: عبداللہ ابن سبا یہودی کہتا تھا کہ علی خلافۃ کیلئے محمد کے وصیت کردہ نائب ہیں اور جو شخص ان سے پہلے خلافۃ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فالواجب علی المسلمین ان یقوموا الاعادۃ الیٰ اھلہ۔

[اتمام الوفا، ص ۱۸۲]

کا متولی ہوا ہے اس نے علی کے حق کو غصب کیا ہے اس لئے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ علی کے اس حق کی واپسی کے لئے اس وقت تک تحریک چلاتے رہیں جب تک کہ حق بحق دار تک نہ پہنچ جائے

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ جواب ہرگز نہ دیتے بلکہ آپ یہ فرماتے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق امرِ خلافت کی وصیت فرما چکے ہیں۔ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے" اور نہ ہی حضرت عباسؓ سے اس قسم کی گفتگو فرماتے۔ اور اگر استحقاق خلافت رشتہ داری اور قرب و قرابت داری کے باعث تھا تو اسکے اندر بھی دو احتمال ہیں یا اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان سسر اور داماد ہونے کا رشتہ تھا تو اس لئے آپ خلافت بالفصل کے مستحق تھے۔ ہم کہتے ہیں بعینہٖ یہی رشتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان تھا۔ تو پھر استحقاق خلافت صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے کیوں مختص ہے؟ یا اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ اگر یہ رشتہ داری موجب استحقاق ہے تو پھر یہ استحقاق حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت ہوتا ہے نا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے کیونکہ یہ رشتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے بالواسطہ ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کیلئے بلا واسطہ اور بالذات۔

پھر ایک جگہ ایک تاریخی حقیقت کی تحریف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

نیابتِ رسول کا ایک موقع ملنے والا تھا کہ وحی نازل ہوگئی اور سورۃ براۃ کی تبلیغ کا جو کام ان کے سپرد کیا گیا تھا وہ واپس لے لیا گیا۔ حکم خدا تھا کہ یہ کام خود رسول صلعم کریں یا وہ کرے جو ان ہی میں سے ہو۔ چنانچہ یہ فرض آنحضرت نے اپنے بھائی جناب علی مرتضیٰ کے سپرد کیا۔ ص ۱۶۵

اور اصل واقعہ اس طرح ہے کہ سنہ ۹ ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو "امیر الحج" بنا کر بھیجا اور ان کی روانگی کے بعد "سورۃ براۃ" کا نزول ہوا اور اس میں چند خصوصی احکام نازل ہوئے۔ جن کا موقعِ حج پر اعلان ضروری تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعلان اور تبلیغِ احکام کیلئے ان کے پیچھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا کیونکہ اس وقت کے دستور کے مطابق اس طرح کا اعلان اس وقت معتبر سمجھا جاتا تھا جب کہ اعلان کرانے والے شخص کی طرف سے اس کے خاندان کا کوئی فرد اعلان کرے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعلان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لئے حضرة علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ یہ روانگی حضرة ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارتِ حج کے منصب کی معزولی کی بنا پر نہیں تھی جیساکہ صاحب کتاب "شیخ سقیفہ" کے مصنف ابن سبا یہودی کے روحانی اور معنوی فرزندِ بد تمیز نے سمجھا ہے اور موثق صریح روایات بالکل اس بے بنیاد نظریہ کے خلاف ھیں۔

فخرج علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ علی ناقة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العضباء حتی ادرک ابابکر بالطریق قال امیر ام مأمور فقال بل مأمور ثم مضیا فاقام ابوبکر للناس الحج۔

[ابن ہشام ص۵۴۵-۵۴۶ ج ۲]

حضرة علی رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عضباء نامی اونٹنی پر روانہ ہوئے حتیٰ کہ حضرة ابوبکر رضی اللہ عنہ کو راستہ میں مل گئے۔ جس وقت حضرة ابوبکر نے حضرة علی کو دیکھا [تو انکی اچانک اور خلاف توقع آمد کو اہم محسوس کر کے] دریافت کیا کہ: امیر بن کر آئے ہو؟ یا تابع بن کر تو حضرت علی نے فرمایا کہ تابع ہو کر ہی آیا ہوں اس کے بعد دونوں [مکہ کیلئے] روانہ ہو گئے [تو وہاں پہنچ کر] حضرة ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کیلئے حج کا انتظام کیا۔

ملعونِ دوراں "خاندانی حالات" کے زیرِ عنوان تحریر کرتا ہے:

آپ کے والد محترم عثمان ابو قحافہ تھے عام کفار کی طرح یہ بھی بت پرستی کرتے تھے۔ بیٹے نے اسلام قبول کر لیا تو انھوں نے کوئی پرواہ نہیں کی مفلسی کا یہ عالم تھا کہ عبداللہ بن جدعان کے دسترخوان کی مکھیاں اُڑاتے تو روٹی نصیب ہوتی۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی اس کے باوجود حضرة ابوبکر نے انکی کچھ کفالت نہیں کی ہجرة کی تو ساری دولت سمیٹے گئے ابو قحافہ فکرمند ہوئے تو پوتی نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور ٹھیکروں کے ایک ڈھیر پر لے گئی جس پر ایک چادر ڈال دی گئی تھی۔ پوتی نے دادا کا ہاتھ ٹھیکروں پر رکھ کر یقین دلایا کہ دولت موجود ہے۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو آپ نے بھی دوسروں کی طرح اسلام قبول کر لیا۔" [ص۱۱]

اس عبارة میں بھی سبائی فنکار اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرة ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بے مروتی ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ اپنے والد کی غربة کا احساس کئے بغیر پوری دولت سمیٹ کر لے گئے تھے اور ساتھ ہی یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ان کے والد" السابقون الاولون " کے زمرہ میں شامل نہیں ھیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ درست ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے والد ماجد شرف اور قبول اسلام کے لحاظ سے "السابقون الاولون" میں شامل نہیں ہیں۔

لیکن "صحابیہ" کا شرف پھر بھی انہیں حاصل ہے اور اسی مرتبہ کے لحاظ سے بنص قرآن مجید، رضوان ایزدی کی دولت لازوال انہیں حاصل ہے۔ والد کے اولاً اسلام نہ لانے پر حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کیا اعتراض ہے۔ جبکہ حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب عبد مناف کی حالت کفر پر موت کی وجہ سے ان کے مناقب میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

ان الصحیح من الوثر قد اثبت	بے شک صحیح خبر اور روایۃ نے یہ ثابت کر دیا
لابی طالب الوفاۃ علی الکفر	ہے کہ ابوطالب کی وفاۃ کفر اور شرک پر
والشرک۔	واقع ہوئی۔

[الروض الانف ص ۲۵۸ ج ۱]

حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پھر بھی یہ فضیلۃ حاصل ہے کہ ان کے والد صحابی ہیں۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد شرف اسلام سے بھی محروم تھے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بے مروتی کا تاثر ثابت کرنے کیلئے یہ کہنا کہ

"حضرۃ ابوبکرؓ نے ان کی کچھ اچھی کفالت نہیں کی ھجرۃ کی تو ساری دولت سمیٹ لیتے گئے"

یہ بھی غلط ہے حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مویشی بھی تھے جو کہ ان کے والد کی کفالت کیلئے کافی تھے اور اس وقت اہل عرب کا معیشت کی مدار ہی جانوروں پر تھا۔ اور جمع شدہ دراھم اگر وہ اپنے ساتھ ہی لے گئے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر خرچ کرنے کیلئے لے گئے تھے اور یہ ان کی قربانی "فی سبیل اللہ" اور "لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا" کے جذبۂ خیر کے تحت تھی اور بنص قرآن مجید یہ عمل صفۃ مدحۃ ہے نہ کہ مذمۃ لیکن کور بصر سبائی کو ہر روشنی تیرگی ہی نظر آتی ہے۔ مزید برآں یہ کہ خود حضرۃ ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکی کفالت کیلئے مستقل انتظام کیا ہوا تھا اور ھجرۃ کے وقت گھر میں موجود دولت کے لے جانے سے انکی کفالت پر کسی قسم کا اثر مرتب نہیں ہوا تھا۔ حضرۃ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایۃ ہے کہ وہ فرماتی ہیں:

لما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ	جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ھجرۃ کے سفر پر روانہ ہوئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وسلم وخرج ابوبکر معه احتمل ابوبکر ماله کله۔ ومعه خمسة آلاف درهم او ستة آلاف۔ فالطلق بها معه قالت فدخل علینا جدی ابو قحافه وقد ذهب بصره۔ فقال والله انی لاراه قد فجعکم بماله مع نفسه۔ قالت قلت کلا یا ابت! انه قد ترک لنا خیراً کثیراً قالت فاخذت احجاراً فوضعتها فی کوة فی البیت الذی کا ابی یضع ماله فیها۔ ثم وضعت علیها ثوباً ثم اخذت بیده فقلت یا ابت ضع یدک علی هذا المال۔ قالت فوضع یده علیه۔ فقال لاباس۔ اذا کان ترک لکم هذا فقد احسن۔ وفی هذا بلاغ لکم۔

[سیرۃ ابن ھشام صـ ۴۸۸ ج ۱]

توحضرت ابوبکرؓ بھی آپ کے ساتھ تھے اور حضرۃ ابوبکرؓ اپنا پورا سرمایہ ساتھ لے گئے اور آپکے پاس پانچ ہزار یا چھ ہزار درہم تھے۔ آپ فرماتی ہیں کہ ہمارے دادا جان حضرۃ ابوقحافہ آئے اور اس وقت وہ ظاہری بینائی سے محروم تھے اور آپ نے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ابوبکرؓ کے پورا سرمایہ لیجانے سے تمہیں پریشانی لاحق ہوگی۔ میں نے جواباً کہا کہ ہرگز نہیں وہ تو بہت سا مال چھوڑ گئے ہیں اور فرماتی ہیں کہ میں نے چھوٹے سنگریزے لیکر اس جگہ پر رکھ دیئے جہاں میرے والد صاحب مال رکھتے تھے اور ان پر کپڑا ڈال ڈال دیا اور اس کے بعد میں نے دادا کا ہاتھ پکڑا اور ان سنگریزوں پر رکھ دیا۔ اور کہا کہ یہ مال ہے اس پر انہوں نے کہا کہ پھر تو کوئی حرج نہیں۔

اگر اتنا مال وہ تمہارے لئے چھوڑ گئے ہیں پھر تو انھوں نے بہتر کیا ہے اور اس میں تمہارے لئے کفالت ہے۔

اس عبارۃ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرۃ ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی پریشانی انکو اپنی ذات کیلئے نہیں تھی بلکہ حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال کے لئے تھی لیکن اُن کے اہل و عیال "توکل علی اللہ" اور "محبتِ رسول" کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے انہیں اس بات پر ذرہ برابر بھی پریشانی لاحق نہیں ہوئی تھی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علی اکبر کا یہ لکھنا کہ :

”مفلسی کا یہ عالم تھا کہ عبداللہ بن جدون کے دسترخوان کی مکھیاں اُڑاتے تو روٹی نصیب ہوتی“ انتہائی رذالت کا اظہار ہے۔ یہ شخص عبداللہ بن جدون نہیں بلکہ ”عبداللہ بن جدعان“ ہے اور رشتہ کے اعتبار سے یہ حضرت ابو قحافہ کا چچا زاد بھائی ہے (کیونکہ یہ جدعان کا بیٹا ہے اور جدعان عمرو کا بیٹا ہے۔ اور حضرۃ ابو قحافہ عثمان رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عامر ہے اور عامر، عمرو کا بیٹا ہے) اور عرب کے اندر اس شخص کی سخاوت مشہور تھی اور اس کے پیالے وسعت اور عظمتِ حجم کے اعتبار سے ”ضرب المثل“ تھے اگر بالفرض حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابو قحافہ اس کے دسترخوان پر موجود ہوتے ہوں تو اس میں کیا حرج ہے۔ کیونکہ ایک ہی گھرانہ اور ایک ہی خاندان ہے اور اگر بالفرض والد کا افلاس بیٹے کے مناقب میں موجب نقص ہے تو پھر حضرۃ علی رض کے والد ابو طالب بھی مفلس تھے اس لئے کہ تاریخ و سیر کی کتب میں حضرۃ نفیسہ بنت منیہ رض سے روایت ہے کہ :

قالت لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمسا وعشرین سنۃ ولیس لہ بمکۃ اسم الا الامین لما تکاملت فیہ من خصال الخیر۔ قال لہ ابوطالب یا ابن اخی انا رجل لا مال لی وقد اشتد الزمان علینا والحت علینا سنون منکرۃ ولیس لنا مادۃ ولا تجارۃ وھذہ عیر قومک قد حضر خروجھا الی الشام وخدیجۃ بنت خویلد تبعث رجالا من قومک فی عیراتھا فیتجرون لھا فی مالھا ویصیبون منافع۔ فلو جئتھا فوضعت

سیدہ نفیسہ کہتی ہیں کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سال کی عمر کو پہنچے اور اس وقت آپ کے اخلاقِ حمیدہ کی تکمیل ہو چکی تھی۔ آپ کو ابوطالب نے کہا اے میرے بھتیجے میں ایک ایسا شخص ہوں کہ جس کے لئے کوئی مال نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت قحط سال کا دور دورہ ہے۔ ہمارے لئے نہ کوئی مال ہے اور نہ ہی کسی قسم کی تجارۃ! تیری قوم کا یہ قافلۂ تجارۃ شام جانے کے لئے تیار ہو چکا ہے اور اس کی روانگی کا وقت آگیا ہے۔ اور خدیجہ بنت خویلد تیری قوم کے لوگوں کو تجارتی قافلوں میں روانہ کرتی ہے اور وہ لوگ اس کے لئے تجارتی کاروبار کرتے ہیں جنہیں

© rasailojaraid.com